# شیخ القراء قاری عبدالواحد رامپوری

جناب محمد نظر علی خاں ، سفارت خانہ کویت ، نئی دہلی

آج سے تقریباً ۷۵ سال قبل رام پور کے افق پر ایک ستارہ طلوع ہوا تھا، اور بتاریخ ۸ر اپریل ۱۹۸۶ء رام پور ہی میں غروب ہوگیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

قاری عبدالواحد (عرف قاری چھمی) ابن حمید اللہ مرحوم محلہ خرادیان، متصل دو محلہ روڈ، رامپور (سابق ریاست) کے رہنے والے تھے، بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے اور نابینا بھی۔

میرے والد مرحوم میر منشی شوکت علی خاں صاحب ڈپٹی سکریٹری اجلاس ہمایوں کے مکان کے متصل قاری صاحب کی والدہ مع اپنے بچوں کے رہتی تھیں، والد مرحوم کو وہ بھائی کہتی تھیں، اور مثل اپنے حقیقی بھائی کے جانتی تھیں، ہم لوگ انھیں پھوپو کہتے تھے، اسی باعث قاری صاحب اور ان کے بھائی میرے والد کو ماموں کہا کرتے تھے، والد مرحوم اُن کے اور اُن کے بیٹوں کے ساتھ بہن بھانجوں

سا جیسا سلوک کرتے تھے۔

قاری صاحب مرحوم بچپن ہی سے خوش آواز تھے۔ چنانچہ بچپن میں ہی والدہ مرحومہ بھی ان سے نعت و منقبت کے اشعار سنا کرتی تھیں، اپنے بچپن کا ایک واقعہ سناتے تھے کہ ایک مرتبہ کسی ریاست کے فرماں روا رامپور کے مشہور رئیس و وزیر قانون قمر شاہ خاں صاحب کے ہمراہ مدرسہ عالیہ تشریف لائے، مجھے (قاری صاحب کو) تلاوتِ قرآنِ کریم کے لئے بلایا گیا، جب میں نے تلاوت کی تو قمر شاہ خاں صاحب زار زار روتے تھے، اور مجھے انعام میں دونوں نے اپنی جیب سے خاص رقم بھی عنایت فرمائی۔

ابتداء میں قاری صاحب نے قرآنِ کریم محلّے میں حافظ اسماعیل صاحب سے حفظ کرنا شروع کیا۔ اور اسی زمانے میں مدرسہ غوثیہ (رامپور کی مشہور درسگاہ مدرسہ عالیہ کی شاخ) میں داخل ہوئے اور وہاں بھی قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد قرارت و تجوید کی تعلیم قاری خلیل الرحمان ساکن نوا کھالی، استاذِ قرارت مدرسہ مطلع العلوم رامپور سے حاصل کی اور مختلف لہجات قرارت بھی ان ہی سے سیکھے۔ قاری خلیل الرحمان صاحب نہایت خوش الحان تھے۔

اسی دوران قاری صاحب نے مشہور قاری عبدالرحمان خاں صاحب رامپوری (فرزند شیخ القرارۃ والتجوید علی حسین خاں صاحب) کو پورا قرآن شریف سنایا اور اُن ہی سے تکمیل قرارت و تجوید کی۔

مشہور درسگاہ مدرسہ فرقانیہ میں قاری محمد نظر صاحب سے قرارتِ قرآنِ کریم کی مشق کی۔

تکمیل حفظ و قرارت کے بعد مسند تدریس کلام اللہ پر مدرسہ مطلع العلوم رامپور میں فائز ہو گئے۔

وہاں تدریس قاری عبدالواحد صاحب بھوپال بھی گئے، اور کچھ عرصے
ں بکر قاری محمود صاحب بھی صدر مدرس قرارت و تجوید مدرسہ حمیدیہ بھوپال
قرآن شریف سنایا اور ان سے سند قرارت حاصل کی۔
قاری محمود صاحب، قاری صاحب کی قرارت و خوش الحانی سے اس
حد متاثر ہوئے کہ نواب حمید اللہ خاں مرحوم والیِ بھوپال سے قاری صاحب کی
اقات کرائی، نواب صاحب نے قاری عبدالواحد صاحب سے قرآن شریف
سنا اور بہت محظوظ ہوئے اور کرایہ آمد و رفت بھوپال کے نام سے ایک رقم
ی عنایت فرمائی۔
قاری عبدالواحد صاحب نے دیوبند میں بھی تقریباً چار ماہ رہ کر ہندوستان
ے مشہور قاری استاذ القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمانؒ صدر شعبۂ قرارت و
وید دارالعلوم دیوبند کو پورا قرآنِ عظیم سنایا اور اُن سے بھی سند حاصل کی۔
اری حفظ الرحمان صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے سند کے آخر میں تحریر فرمایا
ا کہ "قاری عبدالواحد صاحب اپنے فن میں بے مثل ہیں" اور آخر میں قاری صاحب
نے رامپور کے مشہور قاری علی محمد صاحب سنبھلی کو پورا قرآن شریف سنایا اور اُن سے
ی سلسلۂ پانی پت کی سند حاصل کی۔
آغاز ہی میں تحریر کر چکا ہوں کہ قاری عبدالواحد نے سب سے پہلے مدرسہ
طلع العلوم میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد مشہور عالم دین مولانا
بدالوہاب خاں صاحبؒ کے مدرسے جامعۃ المعارف میں قرارتِ قرآنِ کریم کے
مدرس مقرر ہوئے، پھر مدرسۂ پنجابیان گھیر مردان خاں میں صدر شعبۂ قرارت و
تجوید کے عہدے پر کام کیا۔
پھر سے قاری صاحب نے مسجد گھیر غلام ناصر خاں دو محلہ میں، اور مفتی

عبدالمجید صاحب قریشی مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ گلشن بغداد میں، نیز سید امجد میاں صاحب کے قائم کردہ مدرسے (محلہ پیلا تالاب) میں بھی تدریس تلاوت و تجوید کلام اللہ کے تبرکات تقسیم کئے۔

کئی سال تک سہ پہر کے وقت، جماعت اسلامی رام پور کی درس گاہ میں بھی تدریس قرآنِ عظیم کا اشتغال رہا، درس گاہ کے بہت سے طلبہ جو آج کل مراتبِ عالیہ پر فائز ہیں آپ سے نسبتِ تلمذ رکھتے ہیں۔

دوران تدریس مدارس مذکورہ، قاری صاحب اپنے گھر پر صبح و شام محفلِ درس کلام اللہ سجاتے تھے، جس سے مقامی و بیرونی تشنگانِ قراءت کلام الٰہی سیراب ہوتے تھے۔

عمر کے آخری دور میں اپنے گھر پر اپنے قائم کردہ مدرسہ عاصمیہ تجوید القرآن میں قراءت کلام اللہ کا درس دیتے ہوئے اعلم و اکبر سے جا ملے۔ تغمدہ اللہ بفسیح جناتہ۔

رامپور میں قراءت و تجوید کا چرچا شیخ القراء حضرت مولانا قاری علی حسین خاں صاحبؒ رامپوری (شاگرد امام القراء قاری عبدالرحمان محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات بابرکات سے ہوا۔

قاری علی حسین خاں صاحب کے علاوہ دیگر قرائے کرام خصوصاً خانوادۂ مجددیہ کے بعض افراد مثلاً قاری محمد اسماعیل صاحب مجددی وغیرہ بھی مسندِ درس قراءت و تجوید پر فائز ہوئے اور اس فن شریف میں کمال پیدا کیا جن سے اہل رامپور مستفید ہوئے۔

نامناسب ہوگا اگر اس بابرکت سلسلے میں جناب قاری عبدالحق خاں مدظلہ رامپوری حال مقیم کراچی پاکستان کا ذکر نہ کیا جائے۔ موصوف کا لکھنا

اور ایسی بلند آواز کے ساتھ قراءت کہ باید و شاید، رام پور والوں کو آج بھی یاد ہے۔ آپ سے بھی اہلِ رامپور نے کافی استفادہ کیا۔ لیکن رامپور میں جس قدر فروغ و اشاعتِ تجوید قرآنِ کریم قاری عبدالواحد صاحب کی ذات سے ہوا، اتنا کسی اور سے نہیں ہوا۔

قرآنِ کریم تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے، بعض حروف کی غلط ادائیگی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ہر مسلمان کے لئے بقدرِ ضرورت قرآنِ کریم (یعنی جتنا قرآن شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے) صحیح پڑھنا بہت ضروری ہے اور لحنِ جلی حرام ہے۔ خصوصاً ائمۂ مساجد کے لئے اس کتابِ عظیم کی تلاوت تجوید کے ساتھ اشد ضروری ہے، اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جو قرآنِ کریم غلط پڑھتا ہو، صحیح نہیں ہے۔

قاری عبدالواحد صاحب کے میدانِ قراءت و تجوید میں ورود سے قبل عام طور پر رام پور کے گھروں میں قرآن شریف صحیح طور پر پڑھنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی الا ماشاء اللہ۔ اور مساجد رامپور میں بھی بالعموم صحتِ تلاوتِ کلام اللہ کا اہتمام نہیں تھا۔ یہ قاری صاحب کی بہت کوشش تھی جس نے لوگوں کو قرآن شریف صحیح پڑھنے کی طرف متوجہ کیا۔ قاری صاحب کا نہایت شدت و غصے سے یہ فرمانا کہ قرآنِ کریم کے الفاظ کی ادائیگی صحیح مخارج کے ساتھ نہ کرنا سخت گناہ ہے، مجھے آج تک یاد ہے۔ یہ کہتے وقت اُن کے چہرے کی کیفیت اور غصے سے اُن کے چہرے کا سرخ ہو جانا، گویا آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

قاری صاحب کی سچی تلخ گفتاری اور جد و جہد کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے لوگ قرآنِ کریم صحیح پڑھنے لگے، اور اپنے بچوں کو بھی قرآن صحیح طور پر تجوید کے ساتھ پڑھانے کا اہتمام کرنے لگے، نیز مساجد میں ایسے ائمہ کا تقرر ہونے لگا

جو قرآن کریم صحیح پڑھتے ہوں۔

قاری عبدالواحد صاحب مرحوم حروف کی ادائیگی بہت صحیح طور پر اور مخارج صفات کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے کرتے تھے، بکثرت مشق سے ان کو ادائیگی پر ایسی قدرت اور اس کی ایسی مزاولت ہوگئی تھی کہ اگر آپ سوتے میں بھی قرآن شریف پڑھتے تو صحیح ہی پڑھتے۔ حرف ضاد جس کا صحیح طور پر ادا کرنا دشوار ہے جب آپ ادا کرتے تھے تو آپ کے مخالفین بھی سمجھتے تھے کہ یہ تو اسی طرح ادا کر رہے ہیں جیسے ہم چاہتے ہیں یعنی اس طرح اس حرف کی ادائیگی صحیح ہے، البتہ ان کے شاگرد اس حرف کو صحیح ادا نہیں کرتے، حرف ظاء سے بہت مشابہ کردیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کثرتِ مشق اور ریاضت کی وجہ سے آپ اس قدر عمدہ ادا کرتے تھے کہ وہ لوگ (مخالفین) سمجھ نہیں پاتے تھے کہ آپ نے کیسے ادا کیا، جس پر آپ مسکراتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تو وہی ادا کرتا ہوں جسے صحیح سمجھتا ہوں اپنی رائے کے مطابق۔

قاری صاحب کا لہجہ اس قدر مؤثر تھا اور آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ ایام جوانی میں اور ادھیڑ عمر تک جب بھی آپ قرآن کریم پڑھتے تھے لوگوں پر گریہ طاری ہوجاتا تھا اور سننے والے بے خود ہوجاتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ صبح کے وقت دو محلہ روڈ پر آپ اپنی بیٹھک میں بنگالی و منی پوری طلبہ کو قرآن شریف پڑھا رہے ہیں اور راہ گیر قاری صاحب مرحوم کی قراءت سن کر سڑک پر رک گئے ہیں اور ذوق و شوق سے معجز قرآن کی معجز قراءت سماعت کر رہے ہیں اور جھوم رہے ہیں۔ ایک مرتبہ گھیر مردان خاں میں تراویح میں قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے تھے کہ اُدھر سے رامپور کے ایک مشہور مجذوب صفت حافظِ کلامِ اقبال واجد الدین احمد خاں کا گذر ہوا، وہ ٹھہر گئے اور جھومنے لگے

ــــ بلند انداز میں کہنے لگے، معلوم ہوتا ہے نزول قرآن ہو رہا ہے۔ آخری عمر میں کبرسنی میں گو آواز پہلے جیسی نہیں رہی تھی لیکن بلحاظِ فن یکتائے روزگار تھے۔

ایک زمانے میں حرفِ ضاد (ض) کی ادائیگی کے قضیے کے سلسلے میں قاری صاحب نے پوسٹر بھی شائع کئے تھے، اور ان کے خلاف بھی پوسٹر شائع ہوئے تھے، قاری عبدالواحد صاحب کا موقف تھا کہ حرف (ض) مشتبہ الصوت بالظاء ہے نہ کہ بالدال، کیونکہ بہ لحاظِ صفات یہ حرف (ظ) سے مشترک ہے نہ کہ (د) سے۔ علاوہ ازیں اس حرف کو "اصعب الحروف" کہا گیا ہے، اور دال (د) سے تشابہ کی صورت میں نہایت آسانی سے ادا ہو جاتا ہے، البتہ تشابہ بالظاء کی صورت میں ادائیگی میں دشواری ہوتی ہے۔ قاری صاحب اپنے اس موقف کی دلیل میں کتب قراءت و فقہ کی عبارتیں پیش فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ قصہ یاد آگیا۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ، شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ جس عمدگی سے حرف ضاد (ض) ادا فرماتے تھے، ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔ غرض کہ اس مسئلہ کے قضیہ میں میدان قاری عبدالواحد صاحب کے ہاتھ رہا۔

قاری صاحب نماز تراویح میں پورا قرآن شریف ختم کرنے کی صورت میں بسم اللہ بالجہر کے قائل تھے اور سختی سے اس پر عمل پیرا تھے۔ ایک چھوٹا سا کتابچہ بھی "مسئلہ تسمیہ" کے نام سے آپ نے اس مسئلے پر شائع کیا تھا۔

قاری صاحب مرحوم کے مزاج میں تیزی تھی، اور جلد ہی غصے سے بپھر جاتے تھے۔ کبھی کبھی سب و شتم بھی کرتے تھے۔ آپ کے ایک افغانی

شاگرد مولوی شیر بہادر، جو موتی مسجد (رام پور) میں امام تھے، کہتے تھے کہ قاری صاحب آپ اسی زبان سے جس سے تلاوتِ کلام اللہ کرتے ہیں، سب وشتم بھی کرتے ہیں۔ جواباً قاری صاحب فرماتے تھے کہ مولانا کیا کروں، ناشائستہ واقعات سے دل کڑھتا ہے، آنکھیں نہیں ہیں ورنہ ہاتھوں کا استعمال کرتا۔ لیکن یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ وہ دل کے صاف تھے۔

مذہبی عقائد کے اعتبار سے قاری صاحب "وہابی" مشہور تھے، لیکن اس کے باوجود چشتی بزرگ حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب سے (جن سے قاری صاحب بیعت تھے) اور اپنے پیر کے پاس ان کی وفات تک آمد و رفت رکھی اور وفات کے بعد بھی اُن کے صاحبزادے سید جمیل میاں صاحب چشتی نظامی، جو قاری صاحب کے شاگرد بھی ہیں، کے پاس آتے جاتے رہے۔ مرشد بھی قاری صاحب سے محبت کرتے تھے، اور اپنے صاحبِ کمال مرید کی تکریم کرتے تھے۔

موجودہ دور کے علماء میں قاری صاحب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ سے زیادہ متأثر تھے۔

قاری صاحب موزوں طبع ہونے کے باعث کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتے تھے بالخصوص نعت ترنم سے پڑھتے تھے۔

مدرسہ مطلع العلوم کے مدرسی کے زمانے کا ایک واقعہ قاری صاحب اس طرح سناتے تھے کہ میرے ایک شناسا مولانا محمد قمر صاحب ولایتی، سُوات کے رہنے والے نہایت صالح آدمی تھے، بیرونِ شہر ایک مسجد میں (جو رضا انٹر کالج کی تأسیس کے بعد اس کے احاطے میں آگئی ہے) قیام پذیر تھے، اور اسی غیر آباد مسجد میں امامت بھی کرتے تھے، میں ان کے پاس آمد و رفت رکھتا تھا، ایک دفعہ

بڑے مولانا قمر صاحب نے کہا، کہ دو جوان جو قوم اجنہ میں سے ہیں، آپ سے قرآن شریف پڑھیں گے، لیکن دو شرطوں کے ساتھ، پہلی شرط یہ ہے کہ آپ انھیں مدرسے کے اوقات میں نہیں پڑھائیں گے، بلکہ ایک بجے کے بعد جب طلبہ اپنے گھر چلے جائیں گے تب انھیں پڑھائیں گے۔ دوسرے آپ اُن سے کسی قسم کا سوال ان کے جن ہونے سے متعلق نہ کریں گے۔ قاری صاحب نے ان دو شرطوں کو مان کر ان کو پڑھانا شروع کردیا۔ ایک ماہ تک تو قاری صاحب اپنے مزاج کے خلاف خاموشی سے ان کو پڑھاتے رہے، اس کے بعد قاری صاحب سے صبر نہیں ہوسکا، اور ایک روز ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ لیا، اور کہا کہ کیا بات ہے کہ جب تم میرے قریب بیٹھتے ہو تو مجھے شدید گرمی محسوس ہوتی ہے، اور جب تم چلے جاتے ہو تو گرمی ختم ہوجاتی ہے، کیا تم جن ہو؟ حالانکہ قاری صاحب کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ دونوں جن ہیں، لیکن قاری صاحب بھی اپنے غصے اور تیزئ مزاج میں مثلِ جن تھے، اس لئے غیر ارادی طور پر انھیں جن کہدیا۔ ان دونوں نے مولانا محمد قمر صاحب کو یہ واقعہ سُنا کر اُن سے شکایت کی۔ قمر صاحب نے قاری صاحب کو بلا کر ان سے معلوم کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، جبکہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اس امر کا اظہار کہ وہ جن ہیں نہیں کریں گے، قاری صاحب نے کہا کہ غیر ارادی طور پر زبان سے نکل گیا، جو ہونا تھا، وہ ہوگیا، اس پر قمر صاحب نے کہا کہ آئندہ وہ دونوں آپ کے پاس نہیں جائیں گے، اور آپ کو میرے تعلق کی وجہ سے ایذا تو نہیں دیں گے لیکن آپ کو قرائت قرآن عظیم کی تکمیل کے بعد جو فائدہ ان دونوں سے پہنچتا وہ بھی ختم ہوگیا۔

قاری عبدالواحد صاحب مرحوم مغفور اپنے شاگردوں کی تعداد سنہ ۱۹۷۶ء میں یعنی اپنے انتقال سے دس سال قبل مجھے اس طرح بتاتے تھے۔

دس ہزار طلبہ نے بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ قرآن کریم پڑھا۔
دو ہزار طلبہ نے قرآنِ کریم مکمل ناظرہ پڑھا۔
اٹھارہ سو پچیس طلبہ نے پورا قرآن کریم حفظ کیا۔

اس تعداد میں آخری دس سال (از ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۶ء) کے طلبہ شمار نہیں کئے گئے ہیں۔ اللہ اکبر اس سے بڑی نعمت اور کامیابی کیا ہوگی کہ اس قدر کثیر تعداد کو سب سے عظیم کتاب قرآنِ کریم صحیح طور پر پڑھنا سکھا دی۔

چند مشہور شاگردوں کے نام ذیل میں مندرج ہیں، جن میں ایسے بھی ہیں جنھوں نے پورا قرآن شریف پڑھا، اور ایسے بھی ہیں جنھوں نے قاری صاحب سے چند پارے یا چند سورتیں قرآنِ کریم کی پڑھیں اور اُن کی تصحیح کی:

قاری احمد الزماں صاحب صدیقی بینالیؒ، قاری عبدالرحمان صاحب جے پوریؒ
قاری خلیل میاں صاحب مجددی، قاری سردار خاں صاحب بریلی،
قاری صولت علی، قاری خالد شمسی، قاری مختار احمد شمسی،
مولوی قاری ریاض الدین خاں صاحب، مولوی قاری عرفان صاحب شمسی مقیم قطر
قاری طفیل صاحب، قاری وقار احمد شمسی، قاری زبیر احمد شمسی، مولوی قاری محمد حسین شمسی، حافظ مقبول صاحب، مولوی قاری فضل الرحمان صاحب مجذوب فرزند مولانا رفیق صاحب مرحوم، جناب مولانا ابو اللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند، جناب نجات اللہ صدیقی پروفیسر ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ، جناب مختار علی خاں فرزند حضرت مولانا اقبال علی خاں عرشی مرحوم، جناب مزمل حسین صدیقی، جناب مدثر حسین صدیقی، ڈاکٹر مولوی ماجد علی خاں صاحب ریڈر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، جناب حافظ اشتیاق علی خاں صاحب کینیڈا، جناب قاری راشد مجددی ناظم شعبۂ قرأت مدرسہ عالیہ، جناب محمد ارشاد علی خاں

مدرس ذو الفقار ہائی اسکول و برادر مضمون نگار اور مضمون نگار محمد نظر علی خاں۔

قاری صاحب کی نماز جنازہ درس گاہ جماعت اسلامی رام پور میں سید جمیل میاں صاحب فرزند مولانا غلام محی الدین صاحب کی اقتدار میں ادا کی گئی، اور تدفین سید جمیل میاں کے ایما پر پیر و مرشد کے مزار کے متصل محلہ احاطہ (جو ہاتہ کے نام سے مشہور ہے) رام پور میں ہوئی۔

قاری صاحب کی زندگی کے دو پہلو تھے جو بعد از وفات بھی نمایاں رہے۔

خدا مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا